pISSN: 3079-904X
تحقیقی مجلہ ارمغانِ سرحد
eISSN: 3079-9058
۲۰۲۵ جلد۲، شمارہ ۱، جنوری تا جون ۲۰۲۵ء (Vol:2, Issue:1, 2025) (Research Journal: Armaghan-e-Sarhad)
شعبہ اردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

The Protestive Tone of Mohsin Ehsan's Poetry

محسن احسان کی شاعری کا احتجاجی آہنگ

ڈاکٹر عثمان شاہ
لیکچرار اردو، ڈاکٹر خان شہید گورنمنٹ ڈگری کالج کبل سوات

Dr. Usman Shah
Lecturer, Doctor Khan Shaheed Government Degree College

Abstract:

Human consciousness implies that he not only has a deep understanding of good and bad, but also the appreciation of good and the expression of disgust against evil is a human nature. In every moment of life, he is faced with likes and dislikes. At every moment, he tries to make his next moment better than the last. His future brighter and more radiant than the present, and this thought becomes the justification for his progressiveness. It is natural that whatever stands in the way of his progressive thinking, man protests against it in various ways. Since literature is the artistic expression of man's thoughts and ideas, literature too cannot escape from protest. Since literature is the artistic expression of human thoughts and ideas, literature cannot escape from protest. Another important thing is that when literature is entrusted with the task of criticizing life, protest will inevitably arise in it. Because literature cannot tolerate social evils. In this way, literature itself becomes a protest. Since poetry is a more effective means of expressing feelings and emotions than prose, it is possible and has been possible to protest against social evils more effectively in poetic form. There is a strong tradition of protest in Urdu literature because when Urdu literature came into being, that era was marked by political, social, economic, and moral turmoil.

Mohsin Ehsan's poetry covers a wide range of topics. Apart from other topics, there are plenty of protestive elements in his poetry. Both his poems and ghazals echo the protest. He exhibits resistance against all social evils. Resistance among the Urdu poets

of Khyber Pakhtunkhwa is the main reference of Mohsin Ehsan's poetry. In fact, the tradition of resistive poetry in Urdu in Khyber Pakhtunkhwa seems incomplete without Mohsin Ehsan.

Key words: Mohsin Ehsan, Poetry, Khyber Pakhtunkhwa, criticizing, Protest, Literature, Resistance, appreciation, Tradition

انسان کا شعور اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ نہ صرف حسن و قبح کا گہرا ادراک رکھتا ہے بلکہ حسن کی تحسین اور قبح کے خلاف ناگواری کا اظہار بھی ایک بشری تقاضا ہے۔ زندگی کے ہر لمحے میں اسے پسند و ناپسند سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہر لمحہ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کا اگلا لمحہ پچھلے سے زیادہ بہتر ہو۔ اس کا مستقبل حال سے زیادہ روشن اور تابناک ہو اور یہی سوچ اس کی ترقی پسندیت کا جواز بن جاتی ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے کہ جو بھی چیز اس کی اس ترقی پسند سوچ کے راستے میں مزاحم بنتی ہے انسان اس کے خلاف مختلف انداز میں سراپا احتجاج بن جاتا ہے۔ چونکہ ادب انسان کے افکار و خیالات کا فن کارانہ اظہار ہے اس لیے ادب بھی احتجاج سے اپنا دامن بچا نہیں پاتا ۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب ادب کو نقدِ حیات کا وظیفہ سونپا جائے گا تو لا محالہ اس کی کوکھ سے احتجاج جنم لے گا۔ کیونکہ ادب سماجی برائیوں سے اغماض برت نہیں سکتا۔ اس طرح ادب خود احتجاج بن جاتا ہے۔ چونکہ نثر کی نسبت شعر احساسات و جذبات کا زیادہ موثر پیرایۂ اظہار ہے اس لیے شعری پیرائے میں سماجی برائیوں کے خلاف زیادہ موثر انداز میں احتجاج کیا جاسکتا ہے اور کیا گیا ہے۔ اردو ادب میں احتجاج کی ایک توانا روایت موجود ہے کیونکہ جب اردو ادب کا آغاز ہوا تو وہ دور سیاسی، سماجی اور معاشی اور اخلاقی ابتری سے عبارت تھا۔

محسن احسان کی شاعری موضوعات کا تنوع لیے ہوئی ہے ۔ دوسرے موضوعات کے پہلو بہ پہلو ان کی شاعری میں احتجاجی عناصر وافر مقدار میں موجود ہیں۔ ان کی نظموں اور غزلوں دونوں میں احتجاج کی گونج سنائی دیتی ہے۔ ان کے ہاں تمام سماجی برائیوں کے

خلاف مزاحمتی رویے سامنے آتے ہیں۔ مزاحمت محسن احسان کی شاعری کا بنیادی حوالہ ٹھہرتا ہے۔ بلکہ خیبر پختونخوا میں اردو کی مزاحمتی شاعری کی روایت محسن احسان کے بغیر نامکمل نظر آتی ہے۔

امن کسی معاشرے کی بنیادی ضرورت ہوتا ہے۔ امن کو خراب کرنے والے عناصر چاہے اندرونی ہو یا بیرونی ہر صورت میں قابلِ مذمت ہیں۔ محسن احسان کی نظم "اے خُدا" میں ایسے عناصر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی ہے:

اے خدا میرے کئی دشمن ہیں

اے خدا ایسے کئی ہیں جو ہتھیار اٹھائے ہوئے

ہر وقت مرے گھر کی طرف دیکھتے ہیں

ان کی آنکھوں میں وہ بارود دہکتا ہے کہ جو

میرے ماحول کی شاداب فضاؤں کو بھسم کر دے گا

ان کی توپوں کی دھمک

سرحدوں پہ میری ہر لحظہ ڈراتی ہے مجھے

تجھ سے یہ وعدہ ہے مرا

میں کوئی چال عدو کی چلنے نہیں دوں گا(1)

اس طویل نظم میں انسان کے مختلف دشمنوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ یہ دشمن نہ صرف باہر یا آس پاس موجود ہیں بلکہ بعض دشمن ایسے بھی ہیں جو انسان کے اندر ڈھیرے جمائے ہوئے ہیں۔ ان دشمنوں میں تعصب، نفرت اور غرور و تکبر وغیرہ شامل ہیں۔ محسن انسان ان تمام برائیوں سے نالاں نظر آتے ہیں۔ اگرچہ بعض برائیاں انسان کے اندر پلتی ہیں لیکن ان کے برے اثرات پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اس لیے وہ قابل نفرت ہیں۔

محسن احسان کے شعری مجموعے "ناشنیدہ" میں ایک نظم شامل ہے جس کا عنوان " اقبال اور ہم " رکھا گیا ہے۔ اس نظم میں محسن احسان نے ان تمام برائیوں کو سامنے لایا ہے جو موجودہ دور کے مسلمانوں میں راہ پا گئی ہیں۔ یہ نظم فکری حوالے سے اقبال کی طویل نظم " جوابِ شکوہ " سے مشابہت رکھتی ہے۔ اس نظم میں محسن احسان نے اقبال کو مخاطب کیا ہے اور موجودہ دور کے مسلمانوں کی کج رویوں پر شرمندگی کا اظہار کیا ہے۔ اس طرح نظم میں محسن احسان کی احتجاجی روش سامنے آتی ہے:

دیکھ ہم کو کتنے ریاکار ہیں ہم
لب پہ نام خدا، دل میں یادِ صنم
ہم نمود و نمائش کی خاطر مریں
حق کو ہونٹوں کی زینت بنائے ڈریں
خود کریں دیں کی رسوائیاں کُو بکُو
کفر کی تہمتیں دوسروں پر دھریں(۲)

ہمارا ملک ہر حوالے سے انفرادیت کا حامل ہے۔ یہاں قدرتی وسائل کی فراوانی ہے۔ افرادی قوت کی کمی نہیں ہے۔ ترقی کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ جملہ وسائل یہاں موجود ہیں۔ غرض کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ کمی ہے تو ایمانداری کی، بے غرض سیاست کی، نیک نیتی کی، اتفاق و اتحاد کی اور خلوص کی۔ یہ قوم مجموعی اور انفرادی طور پر بے حسی کا شکار ہے۔ احساس زیاں سے عاری ہے۔ فکرِ فردا سے محروم ہے۔ اس کے سامنے کوئی واضح نصب العین نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی تک اس قوم نے خوشحالی کا دور نہیں دیکھا۔ یہاں ہر طرف جہالت، بدامنی، خوف و ہراس، غربت، رشوت ستانی اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ محسن حسان اس نازک صورت حال کا گہرا ادراک رکھتے ہیں۔ لوگوں کے ان رویوں پر ان کا دل کڑھتا ہے تو شاعری کی صورت میں ان کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔ انھوں نے اپنی نظم " وہ دن کب آئے گا " میں اس قوم کی مجرمانہ غفلت پر نوحہ کیا ہے:

اس خدائے برتر نے

جو زمیں عطا کی ہے
تم نے اس کا ہر ذرہ
مصلحت کی آندھی میں
بے وقار کر ڈالا
خود غرض ہواؤں نے
سبز پوش پیڑوں کو
نخلِ دار کر ڈالا
رشوتوں کے جھکڑ نے
فقر کی قباؤں کو
تار تار کر ڈالا
فرقہ وار سوچوں نے
مسکنِ محبت کو
گلشنِ لطافت کو
شعلہ زار کر ڈالا(3)

محسن احسان کی شاعری میں ملک میں رائج طوائف الملوکی کو طنز کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ان کی نظر میں یہاں قانون کی کوئی عملداری نہیں ہے۔ عدالتی نظام ناقص ہے۔ مظلوم کو انصاف نہیں ملتا۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں قانون صاحبِ اختیار اور صاحبِ ثروت لوگوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ گیا ہے۔ عدالتوں میں رشوت کا بازار گرم ہے۔ قاضی صاحبان کو یا تو کوئی لالچ دے کر یا ڈرا دھمکا کر اپنی مرضی کی مطابق فیصلے کروائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عدالتیں مقتدر طبقوں کی گرفت کرنے کی بجائے ان کی

محافظ بن گئی ہیں اور وہ ان کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ نتیجے کے طور پر مظلوم اور کمزور طبقہ پِس رہا ہے اور اس کا پرسانِ حال کوئی نہیں ہے۔ قوموں کے زوال کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ جب بھی ان کا بااثر شخص کوئی جرم کرتا ہے تو وہ سزا سے بچ جاتا ہے اور قانون صرف کمزور کے خلاف حرکت میں آتا ہے۔ محسن احسان نے ملک میں رائج اس ناقص عدالتی نظام کے خلاف مزاحمتی روش اپنائی ہے اور اس کے خلاف شدید غم و غصے کا اظہار کیا ہے:

میرا دشمن ہے وہ قانون
جو شہ زور کے ہاتھ میں کھلونے کی طرح ہوتا ہے
اور دہلیزِ عدالت پہ لہو روتا ہے
میرا دشمن ہے وہ انصاف جو اعلان سے کچھ پہلے ہی بِک جاتا ہے
اور منصف کا قلم صدق سے شرماتا ہے[۴]

ہمارے ملک میں سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے۔ اس نظام کی آڑ میں کمزور طبقے کا استحصال کیا جارہا ہے۔ اس طبقے کا خون پسینہ ہمیشہ رائگاں جاتا ہے اور اس کی محنت سے امیروں کی تجوریاں بھرتی ہیں۔ کمزور طبقہ زندگی کی بنیادی سہولیات تک سے محروم ہے۔ یہ طبقہ دو وقت کی روٹی کو ترس رہا ہے۔ اس کے برعکس امیر طبقہ عیش و عشرت کی زندگی جی رہا ہے۔ ملک کی تمام مشینری اس کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ اس طبقے کو تعلیم اور صحت کی تمام آسائشیں میسر ہیں۔ اس ناقص نظام کی وجہ سے ملک معاشی بدحالی کا شکار ہے۔ معاشرتی عدم توازن نے زندگی کے ہر شعبے کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ لوگوں کے درمیان نفرتوں کی دیواریں کھڑی ہوگئی ہیں اور عدم برداشت کی فضا قائم ہوگئی ہے۔ اس قسم کی صورت حال کسی بھی معاشرے کا شیرازہ بکھیر سکتی ہے۔ محسن احسان اس معاشرتی تفاوت کے خلاف احتجاج کرتے نظر آتے ہیں اور اپنی شاعری کے توسط سے اس استحصالی نظام کا اصل چہرا بے نقاب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ نظام نہ صرف غریب کا خون چوس رہا ہے بلکہ اس نے غریب کی صلاحیتوں کو بھی مفلوج کر کے رکھ دیا ہے اور اس کے خوابوں کو مٹی میں ملا کر اسے ایک مشین میں تبدیل کر دیا ہے۔ اسے اپنا مستقبل تاریک نظر آرہا ہے:

میں فقط پیتا رہوں گا ساحلوں کی تشنگی
وہ سمندر کی سبھی طغیانیاں لے جائے گا(5)

ذہن مرا دھواں دھواں خواب مرے لہو لہو
دل کے افق پہ خیمہ زن ایک مہیب تیرگی(۶)

معاشرے تب زوال آمادہ ہوتے ہیں جب وہاں شعور و آگہی، علم و فراست اور تدبر و دانش مندی کی بجائے دولت، منافقت اور جاہ و حشمت جیسی چیزیں برتری کا معیار ٹھہر جاتی ہیں۔ صاحب بصیرت لوگوں کو حاشیے پر دھکیلا جاتا ہے یا ان کی زندگیاں اجیرن کر دی جاتی ہیں۔ عنان اختیار نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے۔ جہلا اعلیٰ مرتبوں پر فائز ہو جاتے ہیں اور باصلاحیت لوگوں کی تذلیل و تحقیر شروع ہو جاتی ہے۔ کسی قوم کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی المیہ نہیں ہو سکتا۔ محسن احسان کی شاعری میں ایسے رویوں کے خلاف احتجاج کی گونج سنائی دیتی ہے۔ ان کی نظر میں یہ ایک بڑا قومی المیہ ہے اور ہمارا معاشرہ بری طرح اس المیے کا شکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم مسلسل روبزوال ہیں اور ترقی کے سارے امکانات معدوم ہو گئے ہیں:

اتنی افراط زر حرص و ہوس کی ہے کہ بس
جنس بے مایہ کی صورت سرِ بازار ہیں ہم(۷)

وہ حال ہوا شہر میں عالی نسبوں کا
اب کوئی بھی دستار کا ارماں نہیں رکھتا(۸)

فرقہ بندی اور مذہبی منافرتیں معاشرے کو انتشار، عدم برداشت اور بدامنی کی راہ دکھاتی ہیں۔ ان کے نتیجے میں بعض اوقات لوگ اتنے اندھے ہو جاتے ہیں کہ انسانیت کے درجے سے گر کر بربریت کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کا خون بہانے تک سے گریز نہیں کرتے۔ اگرچہ دنیا کا کوئی مذہب تشدد کا درس نہیں دیتا اور ہر مذہب اپنے پیروکاروں کو عدم تشدد کے فلسفے پر کاربند رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بعض لوگ مذہب کی آڑ میں ایسے ایسے کام کر جاتے ہیں جن کا مذہب سے دور دور تک کا واسطہ

نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ مذہب کے خیر خواہ نہیں ہوتے بلکہ اس کی رسوائی اور بدنامی کا باعث بن جاتے ہیں۔ محسن احسان تمام لوگوں کو مذہبی رواداری کا درس دیتے ہیں اور ان کو ایسے کاموں سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہیں جو انسانیت کو زیب نہیں دیتے بلکہ الٹا معاشرے میں عدم توازن اور انتشار کی راہ کھولتے ہیں۔ مذہبی انتہا پسندی کے خلاف محسن احسان اپنے مخصوص انداز میں احتجاج کرتے نظر آتے ہیں:

کلیسا و حرم و دیر محترم لیکن
انھی کی زد میں کہیں میرا گھر بھی آتا ہے(۹)

خود ہی انصاف کرو گوشہ نشینانِ حرم
کس قدر دور کیا تم نے خدا سے مجھ کو(۱۰)

جب کسی معاشرے میں ظلم رواج پا جاتا ہے اور مظلوم خاموشی اختیار کر جاتا ہے تو ظلم کو پنپنے کے مواقع میسر آجاتے ہیں۔ معاشرہ مجموعی طور پر جمود اور بے حسی کا شکار ہو جاتا ہے اور ظالم بلاخوف مظالم ڈھاتا رہتا ہے۔ نہ اسے روکنے والا کوئی ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی بولنے کی جسارت کر سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے کا بھی یہی المیہ ہے جہاں ایک طرف منصف بے اختیار ہے اور قانون کی گرفت کمزور ہے تو دوسری طرف لوگوں میں جرات گفتار کا فقدان بھی ہے۔ وہ ظلم کی چکی میں تو پِس رہے ہوتے ہیں لیکن اس ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کی ہمت نہیں کرتے۔ محسن احسان کی شاعری میں ایسی مجرمانہ خاموشی کے خلاف شدید احتجاج پایا جاتا ہے۔ ان کے مطابق ظلم پر خاموش رہنا ضمیر کی موت ہے اور یہی موت جسمانی موت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اپنی شاعری کے ذریعے وہ ان بے ضمیر لوگوں کو جھنجھوڑنے کی کوشش کرتے ہیں جو اپنے لیے بھی آواز بلند کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے اور خاموش رہتے ہیں:

بے ضمیر لوگوں کا یہ اصول ہے محسنؔ
دیکھتے تو سب کچھ ہیں، کچھ مگر نہیں کہتے(۱۱)

انسانوں کے منفی رویے انسانیت کی روح کے لیے زہرِ قاتل کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ باہمی رشتے اخلاص و مروت اور رواداری سے مضبوط اور خالص رہتے ہیں۔ لیکن جب ان رشتوں میں جھوٹ، ریاکاری اور فریب جیسے منفی رویے سرایت کر جاتے ہیں تو سماجی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ رشتوں میں اخلاص اور مٹھاس ختم ہو جاتی ہے اور باہمی نفرتیں جنم لے لیتی ہیں۔ شاعر چونکہ عالمگیر محبت کا پیامبر ہوتا ہے اس لیے ایسے رویے اسے بری طرح کھٹکتے ہیں۔ محسن احسان کے ہاں بھی اس طرح کے منفی رویوں کے خلاف احتجاج کی جھلکیاں محسوس کی جا سکتی ہیں۔ اسلام اگرچہ اخلاص کا درس دیتا ہے اور صلہ رحمی کی تلقین کرتا ہے مگر موجودہ دور کا مسلمان منفی رویوں کا شکار ہو کر اسلام کی اصل روح کو بھلا چکا ہے اور صرف نام کا مسلمان رہ گیا ہے اور زوال اس کا مقدر بن چکا ہے:

مثالِ ماہ دمکتا ہے داغِ پیشانی
کہاں سے لاؤں مگر سیرتِ مسلمانی[۱۲]
محسنؔ یہ حقیقت ہے کہ اس دور کا مومن
رکھتا ہے سبھی کچھ مگر ایماں نہیں رکھتا[۱۳]

مثبت اقدار و روایات کسی معاشرے کی شناخت ہوا کرتی ہیں۔ ان کی بدولت افراد کے درمیان باہمی یگانت اور محبت کے جذبے فروغ پاتے ہیں اور نظام معاشرت خوش اسلوبی کے ساتھ چل رہا ہوتا ہے۔ کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ کسی معاشرے میں خود غرضی، لالچ اور مادہ پرستی کی اندھا دھند دوڑ شروع ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں معاشرے میں رائج مثبت اقدار و روایات پامال ہو جاتی ہیں۔ ان اقدار و روایات کی شکست و ریخت معاشرے پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ نتیجے کے طور پر انسان انسانیت کے درجے سے گر کر ایک مشین میں ڈھل جاتا ہے اور احساس سے عاری ایک میکانکی زندگی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ محسن احسان معاشرے میں مثبت روایات و اقدار کی شکست و ریخت پر نوحہ کناں ہیں۔ ان کے خیال میں جدید دور کا انسان مادہ پرستی کی دوڑ میں زندگی کی اہم چیزں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے جو اس کے حق میں نیک شگون نہیں ہے۔ انسان کی جڑیں اگر اپنی دھرتی میں مضبوط نہ ہوں تو اس کی کوئی اوقات نہیں ہوتی۔ لہٰذا اسے اپنی روایات کا پاس رکھنا چاہیے:

اپنی روایتوں کو سرِ دار دیکھیے
اڑتی ہوئی ہواؤں میں اقدار دیکھیے(۱۴)

اردو شاعری میں آمریت کے خلاف مزاحمت کی بھرپور روایت موجود ہے۔ اردو شاعری نے ہر دور کے آمروں کو للکارا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آمر نے اپنے دور کے شعرا کو زد و کوب کیا ہے۔ ان کو جیلوں میں ڈالا ہے اور ان کے خلاف جھوٹے مقدمات بنوائے ہیں۔ بعض شعرا کو تو ملک بدر بھی کر دیا گیا ہے۔ لیکن ان آمروں کے یہ اوچھے ہتھکنڈے ان شعرا کو حق گوئی و بے باکی کی روش سے نہ ہٹا سکے اور ان ساری مشکلات کے باوجود انھوں نے قلم کا حق ادا کر دیا۔ پاکستان کی بدقسمتی رہی کہ یہاں آمریت نے ایک طویل دور گزارا۔ وقفے وقفے سے یہاں آمرانہ حکومتیں مسلط ہوتی رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کی اردو شاعری میں آمریت کے خلاف احتجاج ایک بنیادی موضوع کی حیثیت سے شامل رہا۔ دوسرے شعرا کی طرح محسن احسان کی شاعری میں بھی آمریت کے خلاف شدید احتجاجی رویے ملتے ہیں۔ انھوں نے راست انداز میں ملک پر مسلط آمروں پر تنقید کی ہے اور ان کو زمین کے خدا کہہ کر ان سے نجات حاصل کرنے کی تمنا کی ہے:

آواز دے کہیں ہے اگر ربِ کائنات
انسان گھر گیا ہے زمیں کے خداؤں میں(۱۵)

ہم ایسے سر پھرے تھے کہ ہم نے بھی شہر میں
سکہ امامِ وقت کا چلنے نہیں دیا(۱۶)

وطنِ عزیز ایک طویل عرصے سے نااہل سیاستدانوں کے شکنجے میں ہے۔ ان لوگوں کو صرف اپنے مفادات عزیز ہوتے ہیں اور عوام کی ذرا بھر بھی فکر نہیں ہوتی۔ ہر بار عوام کو جھوٹی امیدیں دلا کر ان سے ووٹ لے لیتے ہیں اور اقتدار کے ایوانوں میں پہنچنے کے بعد اپنی عیش و عشرت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ ملک کے بنیادی مسائل حل کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ اقتدار میں آنے کا

ان کے سامنے صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹ کر بیرون ممالک میں منتقل کر لیں۔سیاست دانوں اور صاحب اختیار لوگوں کی نااہلی کی وجہ سے ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔معیشت تباہ ہو چکی ہے۔بے روزگاری بڑھ گئی ہے اور مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ دی ہے۔عالمی مالیاتی اداروں سے قرضے لیے جا رہے ہیں اور ان کی عیش و عشرت پر صرف ہو رہے ہیں۔یہ صاحب اختیار لوگ مسیحا بننے کے بجائے ہمارے لیے زحمت بن چکے ہیں۔انھوں نے ملک کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ان کی نااہلی کی وجہ سے ملک اندرونی انتشار کا شکار ہے۔بیرونی دنیا میں پاکستان کی ساکھ کو نقصان پہنچا ہے۔محسن احسان کی شاعری میں ان نااہل حکمرانوں کے خلاف شدید ناگواری کا احساس پایا جاتا ہے۔ان کی نظر میں یہی لوگ اس ملک کی تباہی و بربادی کے اصل ذمہ دار ہیں:

میں جس سے بھیک سویروں کی مانگتا تھا وہ شخص
ردائے ظلمتِ شب میرے سر پر تان گیا(۱۷)

امیرِ شہر نے کاغذ کی کشتیاں دے کر
سمندروں کے سفر پر کیا روانہ ہمیں(۱۸)

محسن احسان کی شاعری کے اس مختصر جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کی شاعری عصری شعور سے ہم آہنگ ہے۔ وہ معاشرتی مسائل کا گہرا ادراک رکھتے ہیں۔ انھوں نے ان معاشرتی مسائل کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے اور یوں ان کی شاعری عصر حاضر کی نقیب بن گئی ہے۔چونکہ موجودہ دور میں ہمارا معاشرہ منفی رویوں جیسے جھوٹ، منافقت، ریاکاری اور خود غرضی کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ملک سیاسی عدم استحکام، بدعنوانی اور اقربا پروری جیسی قباحتوں کی زد میں ہے اس لیے اردو شاعری پر ان برائیوں کے اثرات اور ان کے خلاف ردعمل ایک فطری امر ہے۔ محسن احسان اردو شاعری کا ایک معتبر حوالہ ہے۔ان کی شاعری میں ان تمام سماجی و سیاسی برائیوں کے خلاف احتجاج کی گونج سنائی دیتی ہے۔ان کی شاعری کی جڑیں اپنے معاشرے میں پیوست ہیں اس لیے انھوں نے اپنی

شاعری میں ان تمام معاشرتی مسائل کو جگہ دی ہے اور ان مسائل کے اسباب و علل کے خلاف مزاحمتی روش اپنائی ہے۔اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ محسن احسان کی شاعری دوسری خصوصیات کے باوصف ایک بھرپور احتجاجی آہنگ بھی رکھتی ہے۔

حوالہ جات

(1) محسن احسان، ناشنیدہ، شوکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۹۳، ص ۲۸

(۲) ایضاً، ص ۶۸

(۳) محسن احسان، ناگزیر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۸،، ص ۱۲۲

(۴) محسن احسان، ناشنیدہ، شوکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۹۳، ص ۳۰

(۵) محسن احسان، ناتمام، نقوش پریس، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۲۴

(۶) ایضاً، ص ۵۵

(۷) محسن احسان، ناشنیدہ، شوکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۹۳، ص ۱۲۳

(۸) ایضاً، ص ۱۲۷

(۹) ایضاً، ص ۱۶۰

(۱۰) محسن احسان، ناتمام، نقوش پریس، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۶۸

(۱۱) محسن احسان، ناگزیر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۸،، ص ۱۵۹

(۱۲) ایضاً، ص ۳۹

(۱۳) محسن احسان، ناشنیدہ، شوکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۹۳، ص ۱۲۸

(۱۴) محسن احسان، ناتمام، نقوش پریس، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۱۱۳

(۱۵) ایضاً، ص ۱۶۹

(۱۶) محسن احسان، ناشنیدہ، شوکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۹۳، ص ۱۷۸

(۱۷) محسن احسان، ناتمام، نقوش پریس، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۱۳۵

(۱۸) ایضاً، ص ۸۲

Rerences:

1. Mohsin Ehsan, *Na Shinida*, Shaukat Printing Press, Lahore, 1993, p. 28.
2. Ibid., p. 68.
3. Mohsin Ehsan, *Nagezeer*, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 1988, p. 122.
4. Mohsin Ehsan, *Na Shinida*, Shaukat Printing Press, Lahore, 1993, p. 30.
5. Mohsin Ehsan, *Natamam*, Naqoosh Press, Lahore, 1981, p. 24.
6. Ibid., p. 55.
7. Mohsin Ehsan, *Na Shinida*, Shaukat Printing Press, Lahore, 1993, p. 123.
8. Ibid., p. 127.
9. Ibid., p. 160.
10. Mohsin Ehsan, *Natamam*, Naqoosh Press, Lahore, 1981, p. 68.
11. Mohsin Ehsan, *Nagezeer*, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 1988, p. 159.
12. Ibid., p. 39.
13. Mohsin Ehsan, *Na Shinida*, Shaukat Printing Press, Lahore, 1993, p. 128.
14. Mohsin Ehsan, *Natamam*, Naqoosh Press, Lahore, 1981, p. 113.
15. Ibid., p. 169.
16. Mohsin Ehsan, *Na Shinida*, Shaukat Printing Press, Lahore, 1993, p. 178.
17. Mohsin Ehsan, *Natamam*, Naqoosh Press, Lahore, 1981, p. 135.
18. Ibid., p. 82.